بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

لبیک اللّٰھم لبیک لا شریک لک لبیک ! اللہ اکبر کیا سماں ہے۔ ہزاروں کا کیا ذکر! لاکھوں انسان دنیا کے کونہ کونہ سے کھینچ بُلائے ہوئے، جن میں شاہ بھی ہیں اور گدا بھی۔ امیروں کے امیر بھی ہیں اور فقیران بینوا بھی۔ گورے بھی ہیں اور کالے بھی، بھانت بھانت کی زبانیں بولنے والے، ملک ملک کے باسی اور رہنے والے، بوڑھے اور جوان، اور نال خال بچے اور بچیاں بھی۔ مرد اور عورت سب ایک لباس میں ملبوس، ایک ہی یونیفارم میں لپٹے لپٹائے دیوانہ وار ادھر (صفا اور مروہ کے درمیان) دوڑ رہے ہیں۔ اس سے فارغ ہوئے تو بے نقش و نگار کی ایک سادہ چوکور مگر بڑی پر از ہیبت و جلال عمارت کے ارد گرد چکر لگا رہے ہیں۔ سر فرطِ ادب و احترام سے جھکے ہوئے، چہرہ پر اندرونی جذبات و کیفیات کے ہیجان و تلاطم کے باعث نیاز مندانہ تمتماہٹ، آنکھیں ڈبڈبائی ہوئی۔ اور زبانیں مصروف حمد و صلوٰۃ۔ اور زمزمہ سنج دعا و سلام، نہ فکرِ این و آن ہے اور نہ اندیشۂ سود و زیاں۔ پھر ایک روز مقرر آیا تو دس لاکھ انسانوں کا یہ قافلہ اسی وضع و قطع اور اسی ہیئت و صورت کے ساتھ مکہ سے منٰی کے لئے روانہ ہو گیا۔ یہاں شب گذار کر عرفات پہونچا، دن بھر وہاں قیام کر کے سرِ شام پھر چل پڑا۔ اور مزدلفہ میں پڑاؤ ڈالا۔ صبح ہوتے ہوتے پھر منٰی کے لئے روانہ ہوا۔ اور اب تین دن یہاں رہ کر کبھی قربانی کر رہا ہے اور کبھی رمی جمار، اور وہ بھی اس جوش و خروش کے ساتھ کہ حکم کنکریاں مارنے کا ہے مگر جوتے پہ جوتے پھینکے جا رہے ہیں۔ جسے حج کہتے ہیں وہ اور کیا بس یہی تگ و دو۔ جد و جہد حرکت و بیداری، ظاہر و باطن کی پاکبازی اور تذکیہ تو ہے اور اسلام کی تمام تعلیمات اور اُس کی جملہ اقسام کی عبادات سمٹ سمٹا کر بیک وقت اس میں جمع ہو گئی ہیں۔

اس راہ کا ہر مسافر جو بلند آواز کے ساتھ لبیک اللّٰھم لبیک پڑھتا رہتا ہے۔ تو اس کے معنی کیا ہیں؟ یہی کہ

"میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں" یہ پکارنا اسی بات کی دلیل ہے کہ گویا کسی بلانے والے نے ان کو بلاوا بھیجا ہے اور یہ اُس کے جواب میں کہہ رہے ہیں، "بہت اچھا! حضور! ہم آرہے ہیں، حاضر ہو رہے ہیں" وہ جس کا لطف وکرم عام اور جس کا فیضِ رحمت والعام ہمہ گیر ہے اُس نے امسال ایک بندۂ نامہ سیاہ کو بھی محض ازراہِ بندہ نوازی پکارا اور ہمہ عصیان وہمہ معصیت ہونے کے باوجود اسے بھی شرفِ حضوری وباریابی عطا فرمایا:

شاہان چہ عجب گر بنوازند گدا را

پہلی مرتبہ یہ شرف اب سے چالیس برس قبل ۱۹۲۶ء میں حاصل ہوا تھا اُس وقت عمر سترہ اٹھارہ سال سے زیادہ نہیں تھی - والدہ مرحومہ نے ایک نذر مانی تھی' اسے پورا کرنا تھا، والد مرحوم ملازمت کی اور گھر کی بعض مجبوریوں کے باعث خود ہم سفر ہو نہیں سکتے تھے اس لئے اللہ کا نام لے کر بیوی اور بیٹے دونوں کو روانہ کردیا - بمبئی سے روانگی اسی جہازِ اکبری سے ہوئی تھی جس سے سید سلیمان ندوی - مفتی کفایت اللہ - محمد علی اور شوکت علی وغیرہم وفدِ خلافت وجمعیت کے ممبروں کی حیثیت سے مکہ مکرمہ میں منعقد ہونیوالی پہلی موتمر اسلامی میں شرکت کی غرض سے سفر کر رہے تھے، اس مرتبہ یہ پورا سفر کم وبیش تین مہینہ میں طے ہوا تھا، مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کا سفر چوبیس دن میں ہوا - اونٹوں کے ذریعہ جانا ہوا تھا - بارہ دن پہونچنے میں' اور اتنے ہی دن واپسی میں لگے - اونٹ اُس وقت تک حجاز کی سب سے بڑی اور اہم سواری تھا - لیکن اس مدت میں دنیا کہیں سے کہیں پہونچ گئی - زمین آسمان بدل گئے، تہذیبی اور اخلاقی قدریں بدل گئیں، فہم وفکر اور کردار وعمل کے سانچے اور پیمانے بدل گئے - عرب کی سرزمین جہاں پانی کی کمیابی کے باعث اونٹ دس دس دن کا پانی پی کر چلتے تھے، وہاں زرِ سیال کے دریا بہنے لگے - ان سب حالات کا اثر لازمی طور پر حجاز کی مقدس سرزمین پر بھی پڑنا تھا - دولت وثروت کی اس غیر معمولی افراط وبہتات کا ایک پہلو تو یہ ہے جو نہایت مبارک اور لائقِ صد تحسین ہے کہ مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی دونوں کی توسیع کروڑ در کروڑ روپیہ کے صرف سے نہایت اعلیٰ اور فنی طریقہ پر ہوئی ہے - اور ایک نہایت عظیم الشان منصوبہ کے ماتحت یہ کام بڑے پیمانہ پر اب بھی جاری ہے اور اندازہ یہ ہے کہ پورا منصوبہ کئی ارب روپیہ کے صرف سے مکمل ہوگا - حکومت جس عالی حوصلگی اور فیاضی کے ساتھ اس کی تکمیل کر رہی ہے، پھر حکومت حجاج کی سہولت وراحت اور حفظانِ صحت کے لئے ہر سال جو غیر معمولی انتظامات کمال توجہ دبیدار مغزی سے کرتی ہے ان سب پر وہ پورے عالم اسلام کی طرف سے دلی شکریہ کی مستحق ہے۔

علاوہ ازیں اندرونِ ملک نوع بنوع ترقیات کا سلسلہ جاری ہے، لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کی تعلیم کا خاص اہتمام ہے۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے نوجوانوں کو گرانقدر وظیفے دے کر امریکہ اور یورپ بھیجا جارہا ہے صنعت و حرفت کی طرف بھی توجہ ہے۔ حال ہی میں ریاض میں سیمنٹ اور بعض چیزوں کے کارخانے قائم ہوئے ہیں، معیارِ زندگی بلند سے بلند تر ہوتا جارہا ہے۔ بڑی بڑی امریکن کاریں اس طرح دوڑتی پھرتی ہیں جیسے ہمارے ہاں سائیکلیں اور رکشائیں۔ چھوٹے سے چھوٹا مزدور، ہوٹل کا ملازم۔ دربان اور فراش Craven A اور 555 سگریٹ کے پف اڑاتا پڑتا ہے۔ مکہ۔ مدینہ اور جدہ کے تمام عالیشان اور وسیع بازار امریکہ یورپ اور چین وجاپان کے مصنوعات واشیا سے پٹے پڑے ہیں۔ نئے طرز کے مکانوں اور تعمیرات کی مسلسل قطاروں، سیمنٹ کی سڑکوں، پارکوں اور مکانوں کے فرنیچر اور ساز و سامانِ آرائش سے لندن اور نیویارک کا دھوکہ ہوتا ہے۔ حد یہ ہے کہ مشروبات اور ماکولات بھی سب امریکہ اور یورپ کے ملکوں کے، اعلیٰ اور بیش قیمت کپڑے سب چین، جاپان، جرمنی یا فرانس کے اس میں شبہ نہیں کہ دولت و ثروت اور خوش حالی اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ اور قرآن میں اس کو خیر اور فضل اللہ کہا گیا ہے، لیکن جب دولت کی یہی ریل پیل قرآن کی اصطلاح میں ترف و تکاثر کا سبب بن جائے تو یہی دولت ایک سخت ابتلا اور فتنہ بھی بن جاتی ہے اور قرآن میں اس کے لئے وعید شدید مذکور ہے۔ آج کون کہہ سکتا ہے کہ وہاں یہ صورتِ حال درپیش نہیں ہے۔ ارضِ حرم میں غیر مسلموں کا گذر نہیں ہو سکتا لیکن اس سے کسے انکار ہوگا کہ غیر اسلامی تہذیب و تمدن پر وہاں کے دروازے بند نہیں ہیں اور اُس کے اثرات شعوری یا غیر شعوری طور پر پھیل رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ علمائے حجاز کو اس موقع پر جس روشن دماغی اور بیدار مغزی سے کام لے کر اس سیلاب کا رُخ بدلنے اور اسے صحیح راہ پر لگانے کا فرض انجام دینا چاہئے تھا وہ انھوں نے نہیں کیا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ یہ کام کہیں بھی نہیں ہو رہا ہے اور نتیجہ یہ ہے کہ اسلام کا تعلق زندگی سے مضمحل اور کمزور ہوتا جارہا ہے۔ یہ وقت کا سب سے بڑا المیہ ہے اور کتنے ہیں جو اسے محسوس بھی کرتے ہیں۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا

وھب لنا من لدنک رحمۃ

انک انت الوھاب ٥